انتخابات کا طبقاتی تجزیہ (4)

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04-30-2013

1985ء کے انتخابات نے جہاں سیاست کو نظریات، فکر اور منشور سے دور کرنے میں مدد دی، وہیں پر اِن غیر جماعتی انتخابات نے سیاست خصوصاً انتخابی عمل کو کمرشلائزڈ بھی کر دیا۔ 1985ء کے انتخابات میں تاجر اور صنعت کار طبقے سے ابھرنے والے میاں نواز شریف نے انتخابات میں پبلسٹی میٹریل کو جدید اور شدید انداز میں شائع کیا۔ رنگین پوسٹرز اور اخباری اشتہاری مہم پر بھرپور انحصار کیا گیا۔ میاں نواز شریف چوں کہ نئی ابھرنے والی صنعت کار کلاس سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے وہ روایتی جاگیردار قیادت کے مقابلے میں میڈیا کے کردار کی اہمیت سے زیادہ آگاہ تھے۔ انہوں نے میڈیا سے متعلق لوگوں سے خصوصی تعلقات استوار کیے۔ ایک نووارد کی سیاست کے لیے ان ذرائع نے اُن کی Image Building میں اہم کردار ادا کیا اور یوں انہوں نے سیاسی میدان میں جاگیردار قیادت کے مقابلے میں اپنی شخصیت کو اجاگر کیا۔ طبقاتی طور پر تاجر اور ابھرتے صنعت کار کے طور پر وہ روایتی جاگیردار قیادت کے مقابلے میں نئی سماجی حقیقتوں سے زیادہ آگاہ تھے۔ اپنی Image Building کے لیے انہوں نے سرمائے کو کھلے دل سے استعمال کیا۔ روایتی جاگیردار خاندانوں سے تعلق رکھنے والے رہنما اُن کے خاندانی پس منظر کا مذاق اڑاتے تھے کہ لاہور کی برانڈرتھ روڈ سے تعلق رکھنے والے تاجر کا سیاست میں بھلا کیا کام، لیکن میاں نواز شریف درحقیقت پنجاب کی نئی مڈل کلاس کے طبقاتی مفادات سے ابھرنے والی نئی قیادت تھے۔ پنجاب کے چٹھے، سید، مخدوم، لغاری، گیلانی، نون، ٹوانے، تاجر طبقے سے ابھرنے والے اس رہنما کا Class Analysis کرنے میں ناکام رہے۔

1985ء میں میاں نواز شریف نے ایک روایتی جاگیردار سیاسی خاندان کے مقابلے میں پنجاب کا تخت حاصل کر کے ان روایتی خاندانوں کی سیاسی اجارہ داری کو چیلنج کر دیا اور بعد میں وہ اسی پارٹی کی مرکزی قیادت کی پگ بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پنجاب کی مرکنٹائل کلاس کی کوکھ سے جنم لینے والا یہ لیڈر جو 1979ء کے انتخابات میں تحریک استقلال کی جانب سے لاہور سے قومی اسمبلی کا امیدوار تھا، اب اس نے پنجاب کی بنیاد پر سیاست کے میدان میں بڑے بڑے جغادریوں کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ پنجاب کی ابھرتی مرکنٹائل کلاس کے سرمائے نے میاں نواز شریف کے اردگرد اسی تاجر طبقے کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا جو 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک نظامِ مصطفی کے پلیٹ فارم سے پہلی مرتبہ متحرک ہوا تھا۔ یہ پنجاب کی مرکنٹائل کلاس ہی تھی جس نے پی این اے کی تحریک کو احتجاجی قوت فراہم کی۔ پی این اے کی تحریک میں پنجاب کے تاجروں نے دکانوں کو شٹر ڈاؤن کیا، تجارتی منڈیوں کو جیم اور بند کیا، یہ ایک زوداثر احتجاجی ہتھیار ثابت ہوا۔ پنجاب کی مرکنٹائل کلاس نے 1977ء کی اس احتجاجی تحریک میں داخل ہو کر اپنے آپ کو Politicized کیا اور اسی عمل میں پنجاب سے میاں نواز شریف کی صورت تاجر طبقات کی قیادت میسر ہوئی۔

ماضی میں کہا جاتا تھا کہ بھلا دکان دار کا سیاست سے کیا تعلق! لیکن اب دکان دار ایک سیاسی سماجی حقیقت بن کر ابھرے۔ ان کی سماجی حیثیت (Status) میں نام نہاد افغان جہاد نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ جنرل ضیاالحق کی گیارہ سالہ آمریت نے پاکستان میں بلیک

اکانومی کو تقویت دی اور شہروں کے تاجر طبقات میں سرمائے کا ارتکاز ہوا۔ اسّی کی دہائی کے خاتمے تک سرمائے کی دوڑ میں پنجاب کا تاجر طبقہ پنجاب کے جاگیردار خاندانوں سے کہیں زیادہ آگے نکل گیا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کسی بھی سماج کے کسی بھی طبقے میں سرمایہ جنم لیتا ہے تو پھر وہ اپنے تحفظ کا انتظام بھی کرتا ہے۔ جیسے جاگیردار طبقہ اپنے جاگیردارانہ نظام کے تحفظ کے لیے کوشاں ہوتا ہے، اسی طرح پنجاب کی ابھرتی مرکنٹائل کلاس نے اپنے سرمائے کے تحفظ کے لیے عملی سیاست میں مداخلت شروع کر دی۔ پنجاب کی اس نئی اشرافیہ نے 1988ء تک پنجاب ہی نہیں بلکہ پاکستان کی سیاست میں روایتی جاگیرداروں کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب 1988ء کے انتخابات ہوئے تو میاں نواز شریف، پاکستان کی سیاست میں ابھرنے والی قیادت کے طور پر سامنے آئے جب کہ ریاست کے اندر موجود یوٹوپیائی جہادی خواہشات رکھنے والوں نے 1988ء کے انتخابات میں اس سارے منظر نامے میں ایک بار پھر کردار ادا کیا اور انہوں نے آئی جے آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) تشکیل دیا۔ اس انتخابی اتحاد کے خالق سابق ڈی جی آئی ایس آئی جنرل حمید گل برملا کہتے ہیں کہ یہ انتخابی اتحاد انہوں نے تشکیل دیا تھا۔ بھٹو کے خلاف نفرت یا یہ کہیے کہ ذوالفقار علی بھٹو کو جسمانی طور پر ختم کرنے کے باوجود بھٹو کی ابھی تک عوام میں پذیرائی اس اتحاد کے پیچھے ایک ردِعمل کا نتیجہ تھا۔ تاریخ کو دہرانے کے لیے اس انتخابی اتحاد (آئی جے آئی) میں بھی 9 مختلف الخیال سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کیا گیا اور اسلامی جمہوری اتحاد کا جھنڈا جو کہ سبز رنگ پر 9 ستاروں پر مشتمل تھا، درحقیقت پاکستان کے ''تاریخ سازوں'' نے سیاست کے گودام سے نکال کر ڈنڈے میں پرو کر دوبارہ انتخابی میدان میں نصب کر دیا۔ جی ہاں! پی این اے کا جھنڈا ایک بار پھر انتخابی میدان میں بلند کیا گیا کہ بھٹو فیکٹر کا مقابلہ کیا جا سکے۔ لیکن اب کئی مزید سماجی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔

اس بار اس انتخابی اتحاد کی قیادت سندھ کے ایک جاگیردار جناب غلام مصطفی جتوئی کو سونپی گئی لیکن عملاً اس انتخابی اتحاد کا پرچم پنجاب کے صنعتی طبقے سے تعلق رکھنے والے میاں نواز شریف کے ہاتھوں میں تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی جس کی سیاست کا مرکز پنجاب ہوتا تھا، اس کی قیادت بھی اِن نئی سماجی حقیقتوں سے آنکھیں چراتی نظر آئی۔ انہوں نے پنجاب کی سیاست وقیادت کی ذمہ داری ایک قبائلی جاگیردار جناب فاروق لغاری کو سونپ دی۔ اور جب پنجاب کی وزارتِ اعلیٰ کی پگ کا میدان لگا تو پنجاب کی ابھرتی ہوئی مرکنٹائل قیادت نے جہاں پیپلز پارٹی کے جاگیردار فاروق لغاری کو زیر کیا، وہیں پر اس نئی قیادت (میاں نواز شریف) نے پنجاب کی سیاست، قیادت کی پگ اور لاہور کا تخت مرکنٹائل کلاس کے ذریعے فتح کر لیا۔ ابھی تک پنجاب اور پاکستان کے روایتی جاگیردار اس ابھرتی سماجی حقیقت کو ماننے سے انکاری تھے، لیکن عملاً اب پنجاب کے جاگیردار اس مرکنٹائل کلاس کے مرہون منت سیاست کرنے پر مجبور ہونا شروع ہو گئے۔ اس ساری سماجی اتھل پتھل نے سیاست اور انتخابی عمل میں سرمائے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ابھرتی مرکنٹائل کلاس نے حسین حقانی کو اپنا میڈیا منیجر مقرر کر کے جاگیردار قیادت سے دو قدم آگے ہونے کا عملی مظاہرہ کیا۔ ایک صنعتی تاجر اور صنعتی قیادت جاگیردار قیادت سے نظم اور جدید سیاسی ہتھکنڈوں سے زیادہ آگاہی رکھتی ہے۔ 1988ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی صفوں کو نظریاتی، سیاسی اور طبقاتی بنیادوں پر منظم کرنے کی بجائے روایتی اور جاگیردار سیاست پر انحصار کر کے ایک بڑا یوٹرن لیا۔

محترمہ بینظیر بھٹو نے درحقیقت ذوالفقار علی بھٹو کی 1970ء کی سیاسی حکمت عملی کو پس پشت ڈالتے ہوئے طبقاتی کی بجائے پاور پالیٹکس کے ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے 1986ء میں وطن واپسی کے بعد اپنی اس حکمتِ عملی کا آغاز کر دیا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنی پارٹی میں یہ تجزیہ متعارف کروایا، ''جدوجہد کرنے اور انتخاب لڑنے میں فرق ہے۔'' اسی بنیاد پر انہوں نے اپنی پارٹی کے دروازے روایتی جاگیرداروں کے لیے کھول دیئے، ایک ایسی پارٹی جو 1977ء سے 1988ء تک آگ اور خون کے دریا عبور کر کے آئی تھی، اب اس جماعت میں ''جنرل ضیاالحق کے رفقائے کار'' کو خوش آمدید کہا جانے لگا۔ تاریخ کا جبر دیکھئے کہ جنہوں نے پارٹی کے بانی قائد ذوالفقار علی بھٹو کے موت کے پروانے پر دستخط کیے، وہ اب پارٹی کی قیادت میں شامل کیے جانے لگے۔ پاور پالیٹکس کی سفاکی دیکھئے جس نام نہاد میڈیا منیجر نے پارٹی کی خواتین قائدین کی جعلی تصاویر بنا کر 1988ء کے انتخابات میں لاہور کے فضاؤں سے شہر بھر پر برسائیں، اس نام نہاد میڈیا منیجر کو آنے والے برسوں میں پارٹی کی قائد محترمہ بےنظیر بھٹو نے اپنا میڈیا منیجر نامزد کر دیا۔ (جاری ہے)